حافظ احمد یار صاحب

# مسلمانوں کی ثقافت میں کتاب کا کردار

## (ایک اجمالی خاکہ)

### اسلام اور علم

18

مسلمانوں کے علمی کارناموں اور اسلامی کتب خانوں کے ذکر میں سب سے پہلے ذہن ادھر منتقل ہوتا ہوتا ہے کہ علم اور کتاب کے بارے میں اسلام کا موقف بیان کیا جائے ——— یہ موضوع وسیع بھی ہے اور اس پر بحث بھی تحصیل حاصل ——— وسیع اس قدر کہ صرف علم کی فضیلت اور حصولِ علم کی ترغیب کے متعلق کتاب و سنت کی تعلیمات پر ضخیم کتابوں کے طویل ابواب کے علاوہ مستقل تالیفات بھی موجود ہیں ——— اور تحصیل حاصل اس لیے کہ ہر پڑھا لکھا مسلمان اس موضوع پر کچھ نہ کچھ جانتا بلکہ کچھ کہہ بھی سکتا ہے ——— جس دین کی کتاب کا آغاز ہی انسان کے نامعلوم علوم کی تعلیم کے قابل ہونے اور قلم (یعنی کتاب) کے اشاعتِ علم کا ذریعہ ہونے کے بیان سے ہوا ہو ——— عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ[1] جس دین میں انسان کی فرشتوں اور دیوتاؤں پر فضیلت کی وجہ صفتِ علم بتائی گئی ہو ——— اور جس دین کے ہادیٔ برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امتیازی خصوصیت معلم ہونا ——— وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[2] ——— اور جس کی خاص دعا "رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا"[3] ہو ——— لازمی تھا کہ اس دین کے پیروکاروں کا طرۂ امتیاز تحصیلِ علم اور اشاعتِ علم ہو ——— اور فی الواقع ایسا ہی ہوا۔

---

[1] العلق : ۵،۴ [2] الجمعہ : ۲ [3] طٰہٰ : ۱۱۴

دنیا کی کسی کتاب اور کسی دین نے کسی قوم کے علوم و آداب پر اتنا گہرا اثر نہیں ڈالا، جتنا قرآن کریم اور اسلام نے اپنے پیروکاروں کے علوم و آداب پر ڈالا ہے۔ عربوں کے ذہنی انقلاب (بلکہ اسلام قبول کرنے والی ہر قوم کے اندر تحصیل علم کی لگن اور اشاعتِ علم کی ساری کاوشوں) کا بنیادی محرک، اسلام کی تعلیمات ہی تھیں۔ اسی تعلیم نے مسلمانوں کو طلب علم پر ایسا لگایا کہ وہ دنیا میں اس سے زیادہ اہم کوئی کام نہ سمجھتے تھے اور علم کی جستجو میں ملک بہ ملک مارے مارے پھرتے تھے۔ طلب و اشاعتِ علم کو دینی فریضہ اور عبادت سمجھنے کے اس جذبہ نے انہیں کتابوں کا ایسا گرویدہ بنایا کہ وہ کتابیں لکھنے، پڑھنے اور جمع کرنے میں عمر عزیز کا بیشتر حصہ گذارنے لگے۔

## قبل از اسلام دنیا کی علمی حالت 19

پھر خیال آتا ہے کہ مسلمانوں کے علمی کارناموں کے بیان کے لیے ضروری ہے کہ بات کا آغاز دنیا میں اسلام سے پہلے علم اور اشاعتِ علم کی ناگفتہ بہ حالت اور خود عربوں کی علم سے محرومی کے ذکر سے کیا جائے ـــــــ یورپ میں تعلیم کے کلیسا تک اور برصغیر میں برہمن تک محدود ہونے کا قصہ بیان کیا جائے۔ پھر ان اقوام و ملل پر مسلمانوں کی علم پروری کے اثرات کا جائزہ لیا جائے کہ تصویر کا حسن اس کے پس منظر سے نمایاں ہوتا ہے ـــــــ تاریخ کے اس دور کی جھلک دیکھی جائے، جب "عربی (اسلامی) ثقافت یورپ کی ثقافت سے کہیں آگے اور کہیں تابناک تھی اور یورپ ابھی تاریک زمانے کی ظلمتوں میں ٹھوکریں ہی کھا رہا تھا"[۴] دنیا پر مسلمانوں کے علمی احسانات کے بارے میں غیر مسلموں کے اعترافات کا ذکر کیا جائے[۵]

---

۴ :۔ اسکاٹ ص ۴۵ ،

۵ :۔ ویسے تو یہ طویل قصہ ہے۔ صرف زیر نظر مراجع میں سے حوالے دیکھنے کیلئے ملاحظہ ہوں، نوادر ص ۷ لارڈ میو کی تقریر سے اقتباس، زبیر ص ۱۴۵ جادو ناتھ سرکار کا اعتراف بحوالہ INDIA THROUGH AGES نیز زبیر ص ۳۲ پر پی سی رائے کے خطبہ علی گڑھ کا اقتباس اور روئداد (۲) ص ۳۹ - ۱۳۸ پر بعض مغربی مشاہیر کے حوالے،

انسانی تہذیب و تمدن کی تاریخ میں مسلمانوں کے کردار کا، اور مسلمانوں کے تہذیبی کردار میں ان کی علمی ثقافت کا ذکر لازم و ملزوم ہیں۔ مسلمان جہاں بھی حکمران رہے وہاں کے تمدن و ثقافت کے ذکر میں کتب خانوں کا ذکر سرِ فہرست آتا ہے۔ دوسری متمدن قوموں کے ہاں ذخیرۂ کتب کے لیے کتب خانہ یا لائبریری کے ہم معنی الفاظ ملیں گے۔ مگر مسلمانوں کا ذوق دیکھیے کہ وہ اپنے علمی ذخیروں کو کتب خانہ کی بجائے بیت الحکمہ، دار العلم[۶]، خزانۂ فلاں اور خزائن القصر کی قسم کے علم پرور نام دیتے تھے۔ کتابوں کی افادیت اور اہمیت پر مسلمان مشاہیر کے اقوال اور شعراء کے اشعار ہی جمع کر دیے جائیں تو چھوٹا سا مقالہ بن سکتا ہے[۷] اس وقت دنیا بھر میں جتنے بھی مخطوطات موجود ہیں (جو دورِ طباعت سے پہلے کی انسانی علمی کاوشوں کی یادگار ہیں۔) اگر ان (مخطوطات) کے کوائف جمع کیے جائیں تو اس علمی ثروت میں مسلمانوں کے اسلاف کا حصہ اتنا غالب اور اتنا نمایاں نظر آئے گا جو ہمارے لیے قابلِ فخر بھی ہے اور باعثِ عبرت بھی[۸] مسلمانوں سے پہلے کے کتب خانوں اور عہدِ اسلامی کے کتب خانوں کی تقابلی تاریخ بھی ایک دلچسپ موضوع مطالعہ ہے۔ قطرے اور دریا کے اس موازنہ پر خود غیر مسلموں کی اتنی شہادت موجود ہے کہ اسے ہی جمع کیا جائے تو اچھا خاصا مضمون بن جائے۔

20

## عالمِ اسلام کے کتب خانوں کا آغاز و ارتقاء

پھر خیال آتا ہے کہ یوں تو تمہید ہی طویل ہو جائے گی لہٰذا اسے بھی چھوڑیئے۔ صرف مسلمانوں میں تدوین و تالیف کے آغاز اور اس کے نتیجے میں کتب خانوں کے ارتقاء کی داستان عہد بہ عہد بیان ہو جائے۔ فتوحات کی وسعت کے ساتھ ساتھ تصانیف کی کثرت اور ان کی اشاعت کی سرعت پر نظر ڈالی جائے۔ اُن خلفاء، سلاطین، امرا، وزرا، ادبا، حکما، علماء، صوفیاء نیز نامور خواتین کا ذکر کیا جائے جن کے علمی ذوق اور علم پروری

---

۶ اسعد ص ۱۰۹-۱۱۵ اور شبلی ص ۹۹-۱۰۱ پر ایسے بعض "دور العلم" کا تذکرہ موجود ہے۔

۷ اس قسم کے بعض اقوال و اشعار کے لیے دیکھیے الفہرست ص ۱۶-۱۷، المقریزی ۲/۳ ص ۱۶۵-۶۶ اور شبلی ص ۷۴-۷۶۔

۸ دکتور صلاح الدین المنجد کا تخمینہ ۳۰ لاکھ مخطوطات کا ہے (حوالہ مستحضر نہیں ہے۔)

کے شوق نے عالمِ اسلام کے شہرۂ آفاق کتب خانوں کو پروان چڑھایا ـــــ وہ کتب خانے جن کی عظمت کا اندازہ ان کی عمارتوں کی وسعت[۹] اور ان میں موجود کتابوں کی مبہوت کن کثرت[۱۰] کے ذکر سے ہوتا ہے۔ اسلام کے صرف ان علم دوست اَعلام کا ذکر، جنہوں نے کُتب خانوں کے لیے کتابیں اور جائدادیں وقف کیں، بہت سی کتابوں کا ایک اہم موضوع بنا ہے[۱۱]

عالمِ اسلام کے جس بھی شہر کو کسی چھوٹی بڑی سلطنت یا ریاست یا کسی صوبے ہی کے صدر مقام ہونے کا موقع ملا، وہی کتابوں اور کتب خانوں کا مرکز اور کتابوں کی تجارت کی منڈی بن گیا ـــــ حرمین شریفین کے علاوہ، کہ وہ تو اصل دینی مرکز تھے، کوفہ، بصرہ، دمشق، بغداد، قاہرہ، حلب، قیروان، تونس، مراکش، قرطبہ استنبول، سمرقند، بخارا، ہرات، غزنی، نیشاپور، اصفہان، شیراز، طوس کے علاوہ صرف برصغیر میں دہلی، مالوہ، گجرات (سورت)، گولکنڈہ، بیجاپور، سرنگاپٹم (میسور)، حیدرآباد، بیدر، لکھنؤ، رام پور، مرشد آباد، پٹنہ، بانکی پور، جون پور، ٹونک، ٹھٹھہ، ملتان، اوچ اور لاہور اس قسم کے شہر ہیں[۱۲]

مستقل کتب خانوں کے علاوہ قریبًا ہر جامع مسجد، مدرسہ، سرائے، ہسپتال، تکیہ اور خانقاہ کے ساتھ بھی کتب خانے وابستہ ہوتے تھے[۱۳] پبلک لائبریریوں کے علاوہ بعض اہلِ علم یا علم پرور امرا کے ذاتی کتب خانوں کا شمار بھی وقت طلب بات ہے[۱۴] ان تمام کتب خانوں کے مفصل تذکرہ کے لیے اور ایک کتاب درکار ہے اور فی الواقع اس موضوع پر مستقل تصانیف موجود ہیں[۱۵] ان طویل مباحث سے گریز کرتے ہوئے ذیل میں مسلمانوں کے بے پناہ علمی ذوق کے نتیجے میں پیدا ہونے والے کتب خانوں کے اس وسیع نظام، اور اس

---

21

۹ بعض کے بیان کے لیے دیکھیے الزبیر ص۲۸، شبلی ص۷۹

۱۰ مثالوں کے ذریعے وضاحت کے لیے دیکھیے روداد (۳) ص۹۹-۱۶۰، زبیر ص۱۷، مناظر ص۴۹-۴۸ اور اسعد ص۱۰۲-۱۰۰

۱۱ روداد (۲) ص۸۳-۸۰، ایضاً (۳) ص۴۹-۱۴۴

۱۲ ان تمام شہروں کے مشہور کتب خانوں کے حالات کے لیے دیکھیے زبیر ص۶۷ بعد

۱۳ تفصیل کے لیے دیکھیے روداد (۲) ص۸۴-۸۳، اسعد ص۱۲۰-۱۱۰

۱۴ بعض ذاتی کتب خانوں کے ذکر کیلئے دیکھیے شبلی ص۱۱-۱۰۷، روداد (۲) ص۸۷-۸۶، حمیدالدین ص۱۵-۱۳ (جہاں دہلی کے بعض ذاتی کتب خانوں کا ذکر ہے)۔ ۱۵ بعض کے ذکر کے لیے دیکھیے اسی مضمون کے آخر پر "مفتاح المراجع"

علمی و تعلیمی نظام کے قیام کے اسباب و نتائج کے صرف چند نمایاں مظاہر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## انتظام کتب خانہ جات

22

مسلمانوں کے دورِ عظمت کے ان کتب خانوں کے انتظام اور ان سے انتفاع کی سہولتوں کا قصہ بھی ایک دلچسپ موضوع ہے۔ کتب خانوں کے عملے میں خازن کے علاوہ (جو بڑا اہم عہدہ ہوتا تھا اور عہدیدار کے علم و وجاہت کی دلیل سمجھا جاتا تھا[16]) کئی جلدساز، نقاش، دفتری، مناولین (کتابیں نکال کر دینے والے)، وراق (کاتب)، پانی اور صفائی کے لیے خادم اور کتابوں کی حفاظت اور نگہداشت (کیڑوں یا نمی سے مثلاً) کرنے والے ملازم شامل ہوتے تھے[17]۔ پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے کتب خانوں کی مفصل فہرستیں بھی موجود ہوتی تھیں[18]۔ بعض بڑے کتب خانوں میں مطالعہ کے لیے الگ، کاتبوں اور نقل کرنے والوں کے لیے الگ اور ادبی محافل کے لیے الگ کمرے موجود ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے[19]۔ کتب خانوں میں موسم کی شدت سے بچاؤ اور آرام کا بندوبست بھی کیا جاتا تھا۔ بہت سے کتب خانے ایسے بھی ہوتے تھے جہاں ذاتی استعمال کے لیے کتابیں نقل کرنے والوں کو کاغذ، سیاہی وغیرہ سامان بھی مفت مہیا کیا جاتا تھا۔ بعض کتب خانوں میں تو نقد وظائف کے علاوہ تشنگانِ علم کے لیے مفت قیام اور طعام کا انتظام بھی کیا جاتا تھا[20]۔ ان سہولتوں کی وجہ سے بعض اہلِ علم گھر بار بھول کر کسی ایک کتب خانے میں ہی کئی کئی برس گزار دیتے تھے[21] اور بعض کو عمر بھر کتاب خریدنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی[22]۔

---

[16] روداد (۳) ص ۹۸-۱۶۶، ریبرا ص ۱۷

[17] مزید معلومات کے لیے دیکھیے ریبرا ص ۱۷-۱۶، شبلی ص ۹۳-۸۴، روداد (۳) ص ۶۶-۱۶۵

[18] روداد (۳) ص ۵۶-۱۵۳، شبلی ص ۸۲-۸۱

[19] الزبیر ص ۲۸۔ [20] روداد (۳) ص ۵۹-۱۵۴، روداد (۲) ص ۸۷-۸۴۔ نیز کتب خانوں کے بجٹ کے نمونے کے لیے دیکھیے روداد (۳) ص ۶۹-۱۶۸، اسعد ص ۵-۱۰۴، شبلی ص ۹۴ بعد

[21] یاقوت (صاحب معجم البلدان) کا واقعہ روداد (۲) ص ۹۱-۹۰ پر اور ابو معشر بلخی کا واقعہ روداد (۳) ص ۱۵۸ نیز شبلی ص ۷۳ پر دیکھیے۔ نیز دیکھیے اسی مضمون کا فٹ نوٹ نمبر ۴۶

[22] دیکھیے واقعہ ابی حیان روداد (۳) ص ۱۵۹

## جمع و تلاش کتب

اصحاب ذوق کے کتابیں تلاش اور جمع کرنے کے طریقوں کے متعلق معلومات بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ سلاطین اور امراء کی قدر دانی بلکہ حصول کتب میں رقیبانہ مسابقت اور مفاخرت خود کاتبوں اور مؤلفوں کو دعوت دیتی تھی۔ بعض حکمرانوں تک رسائی کے لیے کسی اچھی کتاب کا پیش کرنا سب سے بڑی سفارش سمجھا جاتا تھا[۲۳]۔ اکثر کتابوں کے حصول کے لیے ایجنٹ اور دلال مختلف ملکوں اور شہروں میں پھیلا دیئے جاتے تھے[۲۴]۔ بعض سلاطین حج پر جانے والے قافلوں کو قیمتی اور نایاب کتب کے خریدنے کے لیے بھاری رقمیں دے کر بھیجتے تھے[۲۵]۔ بعض علماء حرمین شریفین سے اہم کتابوں کی نقلیں تیار کر کے یا کرا کے ساتھ لاتے تھے[۲۶]۔ جمع کتب کے سلسلے میں غالباً سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ بعض لوگ سرقۂ کتاب کو بھی جائز قرار دیتے تھے[۲۷]۔

23

## صنائع کتاب

مسلمانوں کی اس کتاب پسندی، کتاب بینی، کتاب اندوزی، کتاب سازی، کتاب نویسی، کتاب شناسی اور کتاب آرائی کے نتیجے میں کئی صنائع اور علوم و فنون وجود میں آئے۔ ان میں سے بعض کا تعلق تو کتاب کے صوری حسن سے تھا اور بعض کا کتاب کی معنوی خوبیوں سے۔

صوری لحاظ سے کتابوں کو حسین تر، فراواں تر، ارزاں تر اور محفوظ تر بنانے کی کوشش میں جن صنعتوں کو مسلمانوں نے ایجاد کیا یا نقطۂ کمال تک پہنچا دیا ان میں خطاطی، جلد سازی، کاغذ سازی، روشنائی سازی، نقاشی اور مینا کاری خاص طور پر قابل ذکر ہیں[۲۸]۔ اصحاب نظر کتابوں کی صورت اور حالت سے ان فنون کے عروج و زوال کے زمانے متعین کر سکتے ہیں۔

---

۲۳ ربیرا ص۱۸ (الحکم کی مثال) اور مناظر ص۴۵-۴۴ (اکبر کی مثال)، ۲۴ ربیرا ص۱۷، نوادر ص۱۱، الزبیر ص۹۱-۵۹۰ شبلی ص۸-۷۷ اور اسکاٹ ص۶-۵ (مولوی خدا بخش بانیٔ بانکی پور لائبریری کے عرب ایجنٹ کا قصہ) ۲۵ مناظر ص۴۴

۲۶ مناظر ص۶۸۔ ۲۷ اسکاٹ ص۱۰ برائے مثال اور یہ شعر تو عام مشہور ہے ؎ دیوانِ ظہیر فاریابی ۔ درمکہ بدزد اگر بیابی

۲۸ دیکھئے مناظر ص۸۵ بعد — ان فنون کے متعلق برصغیر کی بعض مثالوں کے لیے۔

مسلمانوں کے ان فنون و صنائع کے بیان اور بلاد اسلامیہ میں ان کے مراکز اور ماہرین کے حالات پر اتنی کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں کہ ان کی صرف فہرست تیار کرنے کے لیے کتاب چاہیئے۔ بعض کتب خانوں میں کتاب سے متعلق بعض صنائع کی تربیت کا بندوبست ہوتا تھا[۲۹] تزئین و آرائش کے لحاظ سے ان صنائع مذکورہ میں سے بعض یا کسی ایک کی بھی حامل کتاب، اسلامی فنی ثقافت میں وہی حیثیت اور قیمت رکھتی تھی جو رافائیل اور مائیکل اینجلو کی تیار کردہ تصاویر یورپ میں رکھتی ہیں[۳۰]۔ خوبصورت کتابوں کو علامتِ ریاست و امارت سمجھ کر جمع کرنے کی اس ثقافتی مفاخرت کا دائرہ سلاطین و امراء سے گزر کر عوام تک وسیع ہو گیا تھا[۳۱] ان صنائع کے ماہرین (خصوصاً خطاطوں) کی شہرت بعض دفعہ ان کی زندگی ہی میں ممالکِ اسلامیہ کے دور دراز علاقوں تک پہنچ جاتی تھی۔ سلاطین اور امراء کتاب کو ظاہری حسن سے پیراستہ کرنے پر بے دریغ روپیہ خرچ کرتے تھے۔ اسلامی عہد میں کتاب کی ثقافت کے اس قسم کے مظاہر کی متعدد مثالیں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے بارے میں بھی کتابوں سے جمع کی جا سکتی ہیں[۳۲]

## ذوق تالیف 24

معنوی لحاظ سے کتابوں کو مفید تر، جامع تر، جدید تر اور عمیق تر بنانے کی مساعی نے مسلمانوں کے اندر علوم کا وہ تنوع پیدا کیا جس پر شاہد وہ ضخیم مجلدات ہیں جو صرف کتابوں کی فہرستوں اور مؤلفین کے تذکروں پر لکھی گئی ہیں۔ ابن الندیم کی الفہرست سے لے کر رضا کحالہ کی معجم المؤلفین تک (تقریباً نو سو برس کے طویل عرصے میں) صرف اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کا تذکرہ بھی ایک مبسوط مقالہ کا محتاج ہے۔ مسلمانوں کے ذوق تالیف و تصنیف کے بیان میں ایسے کثیر التصانیف بزرگوں کا ذکر بھی ملتا ہے، جن کی تالیفات کی تعداد

---

[۲۹] بطور نمونہ دیکھیے کریسول کی کتاب A Bibliography of Muslim ARTS Architecture.

[۳۰] زبیر ص۱۶۶ بحوالہ مقالات شبلی

[۳۱] شبلی ص۷۹-۸۰ نے نفح الطیب کے حوالے سے "الحضرمی" اور اسلامک کلچر (جلد ۱۲) کے حوالے سے ایک امریکن لکھ پتی کے سجا کر رکھنے کے لیے کتابیں حاصل کرنے کے دو دلچسپ اور مماثل واقعات بیان کیے ہیں۔ اسی طرح کی ایک دو مثالیں زبیر کی کتاب کے ص۱۱ پر بیان ہوئی ہیں۔

[۳۲] مثالوں کے لیے دیکھیے زبیر ص۵۵-۱۵۴، مناظر ص۸۶-۸۲

اور ضخامت اس مشینی دور میں بھی ناقابلِ یقین سی بات معلوم ہوتی ہے۔ آج کل بڑے اداروں میں مؤلفین کی ٹیمیں مل کر بھی بعض دفعہ ان نابغۂ روزگار افراد کے برابر کام نہیں کرسکتیں۔ نہ بلحاظ کمیت اور نہ بلحاظ کیفیت۔ طبری، رازی، ذہبی، ابن حجر، سیوطی، خطیب بغدادی، ابن الجوزی، جامی، ابن عساکر اور علی المتقی اس کی صرف چند ایک مثالیں ہیں۔ ذوقِ تالیف اور وفورِ علم کی انتہا یہ تھی کہ بعض اہلِ علم (مثلاً سرخسیؒ اور ابنِ تیمیہؒ) نے قید و بند میں بھی سلسلۂ تالیف جاری رکھا۔ (یہ بھی خیال رہے کہ انہیں جیل میں "اے" کلاس نہیں ملتی تھی) ایسے کثیر التصانیف علماء کا تذکرہ، ان کی ضخیم اور متنوع تالیفات کا تعارف اور ان کی مقدارِ کتابت کو ظاہر کرنے والی تعجب انگیز معلومات اہلِ ہمت کو دعوتِ تالیف دیتی ہیں[۳۳]

## نظامِ اشاعتِ کتب

25

مسلمانوں کا نظامِ اشاعتِ کتب بھی تحقیق اور مطالعہ کے لیے ایک موزوں اور دلچسپ عنوان بن سکتا ہے۔ فنِ خطاطی، کتاب کے حسن و جمال کے علاوہ، کتاب کی اشاعت کا بھی ذمہ دار تھا۔ خطاطی میں ایسی ماہرانہ چابکدستی اور زود نویسی کو کمالِ فن سمجھا جاتا تھا جو جمالِ خط کو متاثر نہ کرے۔ پھر خطاطوں اور کاتبوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ بڑے شہروں میں تو خیر یہ شمار سے باہر ہوتے ہی تھے، گاؤں اور معمولی قصبوں میں بھی ماہر خطاط عام تھے۔ کتابوں کی قدردانی اور فوری کھپت کے باعث کتابوں کی نقل کرنا —— یعنی وراق یا ناسخ ہونا —— ایک معقول اور نفع بخش ذریعۂ معاش تھا۔ بعض کتب خانوں میں تو ایک کثیر تعداد کاتبوں کی ہمیشہ مصروفِ عمل رہتی تھی[۳۴] بعض کاتبوں اور عالموں کی زود نویسی اور سرعتِ کتابت کے ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جو ہمیں کسی طرح خارق عادت سے کم نہیں معلوم ہوتے۔ علامہ عینی کا ایک رات میں کتاب کی ایک جلد لکھ ڈالنا[۳۵]، میر طیب کا شرح ملا جامی ایک ہفتے میں لکھنا[۳۶] اور جنید حصاری کا تین دن میں کتابتِ قرآن مکمل کر لینا[۳۷]

---

[۳۳] مزید وضاحت کے لیے دیکھئے زبیر ص ۲۷-۳۱، مناظر ص ۵۸-۶۱ پر بیان کردہ بعض واقعات۔

[۳۴] نوادر ص ۶، روئداد (۲) ص ۲۲، زبیر ص ۱۹۷۔

[۳۵] اسکاٹ ص ۵۴

[۳۶] مناظر ص ۵۴-۵۵، حمید الدین ص ۱۱

[۳۷] مناظر ص ۵۷

اس کے شاہد ہیں۔ اس سرعتِ کتابت اور کثرتِ خوش نویساں کا نتیجہ تھا کہ کتابوں کی اشاعت اس تیزی سے ہوتی تھی کہ بعض دفعہ تو طباعت کے اس دور میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی[۳۸] مشہور مؤلفین اور ان کی تالیفات، بلکہ بعض دفعہ تو زیرِ تالیف کتاب کی شہرت دور دراز ملکوں تک جا پہنچتی تھی[۳۹] اور جو کتاب ــــــ کسی وجہ سے بھی ــــــ ایک دفعہ مشہور ہو جاتی، زود نویس اور پیشہ ور کاتبوں کی فوج اسے چند دنوں میں مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتی۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ سلطانِ وقت نے نے کسی کتاب کی اشاعت کو روکنا چاہا۔ مگر مسلمانوں کے اس نظامِ اشاعت کے آگے وہ بے بس ہو کر رہ گیا اور کتاب اس کے علی الرغم عام ہو گئی[۴۰]

## ذوقِ مطالعہ اور عشقِ کتاب 26

ذوقِ تالیف اور شوقِ اشاعتِ کتب کے ساتھ مسلمانوں کے ذوقِ مطالعہ اور عشقِ کتاب کی حکایت بھی بڑی لذیذ ہے۔ سفر میں بھی کتابوں کو ــــــ ایک دو کتابوں کو نہیں، کتابوں سے لدے ہوئے اونٹوں کو ــــــ ساتھ ساتھ لیے پھرنے کے متعدد واقعات موجود ہیں[۴۱] ایسے فنافی الکتب آدمی بھی ہوتے تھے۔ جن کی بیویاں ان کی کتابوں کو اپنی سوکنیں کہتی تھیں[۴۲]۔ بعض لوگ کسی وجہ سے خود نہیں پڑھ سکتے تھے۔ تو کسی پڑھ کر سنانے والے کی خدمات حاصل کر لیتے تھے[۴۳] جاحظ کا مفلوج ہو کر بھی مطالعہ جاری رکھنا اور بالآخر کتابوں کے ڈھیر ہی میں دب کر اس کی موت واقع ہونا[۴۴] اور ابنِ رشد کا زندگی بھر میں صرف دو راتیں مطالعۂ کتاب سے محروم رہنا[۴۵] تو مشہور واقعات ہیں

---

۳۸ سریع الکتابت حضرات کے مزید ذکر کے لیے دیکھیے مناظر ص ۵۸-۵۱ اور کمالِ خط کی مثالوں کے لیے دیکھیے یہی کتاب (مناظر) ص ۸۰-۷۶۔ ۳۹ قاضی عضد کا واقعہ مناظر ص ۴۲ پر مع ذیلی حاشیہ کے۔

۴۰۔ بدایونی کی تاریخ کا جہانگیر کے علی الرغم شائع ہو جانے کا قصہ دیکھیے۔ مناظر ص ۵۳-۵۲

۴۱۔ صاحب ابن، عباد، فیروز آبادی (صاحب القاموس) اور ابراہیم موصلی کے اس قسم کے واقعات کے لیے دیکھیے۔ روئداد (۲) ص ۹، مناظر ص ۴۱، ۴۲۔ روئداد (۲) ص ۸۹ بحوالہ ابی الفداء

۴۳۔ روئداد (۲) ص ۹۱ بحوالہ ابن خلکان۔ ۴۴۔ زبیر ص ۲۶، روئداد (۲) ص ۸۹ ۴۵۔ زبیر ص ۲۶

ایسے اہلِ علم بھی ہوئے ہیں جو کسی مشہور کتب خانہ کو دیکھ کر گھر بار وطن سب کچھ بھول گئے اور برسوں وہیں پڑے رہے [۷۶]۔ عشقِ کتاب کے ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ کسی اُمت یا تباہی کے وقت گھر کی کسی اور شے کا خیال نہیں رہا مگر چند کتابوں کو کسی طرح بچا لینے کی فکر دامن گیر رہی۔ [۷۷] بعض عشاقِ کتاب سے عارضی جدائی کو بھی برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے کتاب مستعار دینے کے معاملے میں بخل کو بھی دانائی خیال کرتے تھے۔ مصر کے القاضی الفاضل (وزیر صلاح الدین ایوبی) کے نوجوان زیرِ تعلیم بیٹے کو حماسہ کے ایک نسخے کی ضرورت تھی۔ باپ نے اس کے استاد کے طلب کرنے پر اپنی لائبریری میں موجود حماسہ کے ۳۵ نسخے منگوا کر ایک ایک کو ملاحظہ کیا۔ ہر ایک نسخے میں کوئی ایسی خصوصیت تھی کہ ان میں سے کسی ایک نسخے کو بھی وہ اپنے بیٹے کو دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ ایک نیا نسخہ خرید کر لڑکے کو دلایا کہ وہ ابھی ان قیمتی نسخوں کو ہاتھ لگانے کا اہل نہیں تھا۔[۷۸] قریب کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ایک عالمِ دین دوست ان سے کوئی ایسی کتاب مستعار لینے پر مصر تھے، جسے ڈپٹی صاحب اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ساتھ ہی وہ اس دوست کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آخر ایک دن انہوں نے اس دوست سے کہا کہ وہ کتاب دینے سے صرف اس لیے ہچکچا رہے تھے کہ اس کی جلد سؤر کے چمڑے کی ہے۔ اور وہ دوست لاحول ولا... کہتے ہوئے کتاب لینے سے فوراً باز آ گئے۔ (اس واقعہ کا حوالہ بھی مستحضر نہیں ہے)

27

[۷۶]۔ مثلاً ابو معشر بلخی کا علی بن یحییٰ منجم کے خزانۃ الحکمۃ (بمقام کرکر۔ ایران) کو دیکھ کر سفرِ حج ترک کر کے وہیں بیٹھ رہنا (شبلی ص۳۱، روئداد (۲) ص۱۵۔۱۵۰) اور یاقوت (صاحب معجم البلدان) کا اپنی تصنیف کے لیے برسوں مرو الشاہجان کے کتب خانۂ ضمیریہ میں گزار دینا (روئداد (۲) ص۹۱)

[۷۷]۔ وزیر ابن العمید کا گھر بھر کی بربادی کے باوجود صرف کتابوں کے بچ جانے پر اظہارِ مسرت (شبلی ص۷۷) ہمایوں کا بوقتِ فرار اپنے کتب خانہ اور اس کے ناظم کو ہمراہ لے جانا (حمید الدین ص۱۲) ملا عبد النبی (صاحب دستور العلماء) کے والد کا مرہٹوں کی لوٹ میں صرف مستورات اور کتابوں کو بچا لینے کی کوشش کرنا، (مناظر ص۴۳-۴۲) یہ اس نوعیت کے چند واقعات ہیں۔

[۷۸]۔ شبلی ص۷۷، بحوالہ المقریزی،

## کتب خانے اور گردشِ روزگار

جہاں مسلمانوں کے علمی ذوق کے نتیجے میں کتابوں کی اشاعت اور عظیم کتب خانوں کا قیام اس داستان کا ایک دل خوش کن پہلو ہے، وہاں مسلمانوں کی کتابوں اور ان کے کتب خانوں کی بربادی کے المناک اور دل خراش واقعات جاننا بھی ضروری ہے۔ یہ تباہی مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کے نتیجے میں بھی ہوئی، اور دشمنوں (غیر مسلموں) کے ہاتھوں بھی —— جنہوں نے کبھی تو کتابوں کو آگ اور دریا کی نذر کیا اور کبھی انہیں لوٹ کر اپنے گھر بھی لے گئے۔ اور بعض دفعہ ہم نے خود اپنی جہالت یا غربت کے باعث ایسے بہا خزانوں کو کوڑیوں کے مول بیچ دیا[۴۹] جن کو یورپ میں دیکھ دیکھ کر علامہ اقبال کا دل "سی پارہ" ہوتا تھا۔ بقول محترم ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب، جب ہم سیاسی طور پر پٹ گئے تو علمی طور پر لُٹ بھی گئے۔" (سید صاحب کے یہ الفاظ کسی تقریر میں سنے تھے۔ اور دل پر نقش ہو گئے)۔

28

## پاکستان اور کتب خانے

اسلامی ثقافت میں کتاب کے کردار کا یہ "قصۂ پارینہ" ہمارے بڑوں نے "داغہائے سینہ" کو تازہ رکھنے کے لیے محفوظ کر لیا —— اب ہم بفضلِ الٰہی پاکستان میں ان داغہائے سینہ کے اندمال کے لیے بھی کچھ کر سکنے کی پوزیشن میں ہیں۔

عصرِ حاضر میں کسی بھی ملک اور قوم کی ترقی کا اندازہ دو چیزوں سے کیا جاتا ہے۔ "علم اور جمہوریت" —— اور کتب خانے "علم کی جمہوریت" ہیں یا کم از کم انہیں ایسا ہونا چاہیئے۔ آج کل کتب خانے کا مقصد صرف کتابیں محفوظ رکھنا (بطور عجائب گھر) نہیں بلکہ کتابیں مہیا کرنا بھی ہے

---

۴۹ :- گردشِ کتب کے عجائبات کے لیے دیکھئے۔ اسکاٹ ص ۴۲ - ۴۳ اور ص ۵۲ - ۵۱، مناظر ص ۴۷ - ۴۶ - دہلی اور لکھنؤ کے کتب خانوں کی تباہی کے ذکر کے لیے دیکھئے حمید الدین ص ۱۲ اور غرناطہ میں کتب خانے جلائے جانے کا واقعہ دیکھئے۔ ریرا ص ۳۷۔ یہ صرف چند مثالیں ہیں۔

ایک اچھا کتب خانہ علم کی تشنگی بجھاتا بھی ہے اور یہ پیاس بھڑکاتا بھی ہے۔ کتابیں علمی ضروریات کو پورا بھی کرتی ہیں اور علمی ضروریات پیدا بھی کرتی ہیں۔ پاکستان جیسے ملک میں، جہاں فیصد تناسب خواندگی بہت کم ہے، لائبریری کا ایک مقصد تو عوام، بچوں اور کم بالغوں کے لیے ذریعہ تعلیم بنتا ہے اعلیٰ سطح پر کتب خانہ ہر زمانے کے اہلِ علم کے ساتھ ذہنی رابطہ کا واحد ذریعہ ہے ــــــ اگر ہم نے اپنا جدا تشخص بھی برقرار رکھنا ہے (اور ہمیں اس سے مفر نہیں) ــــــ اور زمانے کے ساتھ ہم قدم ہو کر بھی چلنا ہے تو ہمارا یہ ذہنی رابطہ جدید اور قدیم ہر دو کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

آج کل کتب خانوں کی تنظیم اور ان سے انتفاع کے لیے، دوسرے امور کے علاوہ، فہارس کی تیاری ایک مسلمہ ضرورت ہے۔ کتاب کے کسی جگہ وجود کا علم اس کے حصول میں ممد ہوتا ہے۔ ہمارے زمانے میں جامع الدول العربیہ (عرب لیگ) نے اپنے معہد المخطوطات کے ذریعے قریباً دنیا بھر میں موجود عربی مخطوطات کے بارے میں معلومات جمع کی ہیں۔ ترکی میں وہاں کے تمام خزائنِ مخطوطات کی جامع فہرست چھپ گئی ہے[۵] ایران کے قلمی کتب کے تمام ذخائر کی فہرست کے غالباً ۲۰ سے زائد جلدیں طبع ہو چکی ہیں ــــــ کیا ہم اپنے اربابِ حکومت اور بالا نشینانِ ثقافت سے یہ توقع رکھنے، بلکہ مطالبہ کرنے میں، حق بجانب نہیں ہیں کہ ملک بھر کے پبلک اور نجی خزائن مخطوطات کا سروے کیا جائے۔ بڑے شہروں کے علاوہ بعض دور افتادہ اور نسبتاً گمنام مقامات پر بھی ایسے خزائن موجود ہیں۔ ان سب کا جائزہ لے کر پورے ملک کے لیے ایک مشترکہ فہرست مخطوطات و نوادر شائع کی جائے ــــــ یا ــــــ کم از کم اضلاعی گزیٹرز میں (جو سنا ہے کہ زیر ترتیب ہیں) جہاں ہر ضلع کے حیوانات، نباتات، قبائل، اقوام اور ان کے رسوم و رواج، قابلِ دید تاریخی، طبعی اور مذہبی مقامات وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے، وہاں ہر ضلع کی اہم پبلک لائبریریوں خصوصاً ذاتی و نجی مجموعوں کی بھی نشان دہی کر دی جائے تو یہ بھی ادائے فرض کی ایک صورت ہوگی۔

---

[۵] بحوالہ زبانی معلومات از پروفیسر شوکت بولو صاحب۔ انقرہ یونیورسٹی۔ ترکیہ۔

# مفتاح المراجع (بترتیب ابجدی)

(مضمون کی تیاری میں صرف مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے اور حاشیے میں ان ہی کے حوالے دیئے گئے ہیں۔)


۱۔ اسعد :۔ الدکتور اسعد اطلس، التربیہ والتعلیم فی الاسلام۔ بیروت ۱۹۵۷ء

۲۔ حمیدالدین :۔ HISTORY OF MUSLIM EDUCATION VOL1 از حمیدالدین خان کراچی۔ ۱۹۶۷ء

30

۳۔ روئداد (۲) :۔ روئداد ادارۂ معارف اسلامیہ (اجلاس دوم منعقدہ لاہور ۱۹۳۶ء)۔ لاہور ۱۹۳۸ء
روئداد (۳) روئداد ادارۂ معارفِ اسلامیہ (اجلاس سوم منعقدہ دہلی ۱۹۳۸ء)۔ لاہور۔ ۱۹۴۲ء

۴۔ ریبرا :۔ خولیان ریبرا (ہسپینی مستشرق) کے ایک کتابچہ کا اردو ترجمہ بعنوان "اسلامی اندلس میں کتب خانے اور شائقین کتب" ترجمہ از احمد خان۔ اسلام آباد۔ ۱۹۷۴ء

۵۔ زبیر :۔ محمد زبیر۔ اسلامی کتب خانے۔ دہلی۔ ۱۹۶۱ء

۶۔ الزبیر :۔ سہ ماہی "الزبیر" کا کتب خانہ نمبر۔ بہاولپور۔ ۱۹۶۷ء

۷۔ اسکاٹ :۔ کتب خانۂ خدا بخش بانکی پور کے تعارف پر وی۔ سی۔ اسکاٹ او کونز کے ایک کتابچے کا اردو ترجمہ بعنوان "ایک مشرقی کتب خانہ"۔ ترجمہ از مبارز الدین رفعت۔ علی گڑھ۔ ۱۹۵۰ء

۸۔ شبلی :۔ ڈاکٹر احمد شبلی کا مقالہ برائے پی۔ ایچ ڈی بعنوان HISTORY OF MUSLIM EDUCATION مطبوعہ بیروت ۱۹۵۴ء (اس کتاب کے عربی اور اردو تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔)

۹۔ الفہرست :۔ ابن الندیم کی الفہرست۔ قاہرہ۔ ۱۹۴۸ء

۱۰۔ مناظر :۔ سید مناظر احسن گیلانی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت۔ جلد اول فقط (مکمل کتاب دو جلدوں میں ہے) دہلی ۱۹۴۴ء

۱۱۔ نوادر :۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ کی فہرست کا ملخص بعنوان "نوادر" مرتبہ سید احسن شیر۔ پٹنہ۔ ۱۹۶۱ء